

رسائل وسائل

کرمس اور غیر مسلموں کی خوشیوں میں شرکت

سوال: ہم آسٹریلیا میں پاکستانی مسلمان اقلیت میں ہیں۔ ہمارے چاروں طرف گورے آسٹریلین یا یورپین رہتے ہیں۔ یہاں ہر سال کرمس اور نیا سال بڑی دھوم سے منایا جاتا ہے۔ آپ سے یہ پوچھنا ہے کہ آیا کرمس یا ایسٹریائے سال کے موقعے پر ہم مسلمان اپنے ہمسایوں (جن میں عیسائی، یہودی اور لادین وغیرہ قسم کے سب لوگ شامل ہیں) کو کرمس مبارک یا نیا سال مبارک کہہ سکتے ہیں؟ کیا ان کی خوشی کے موقعے پر ہم ان کے گھر جا سکتے ہیں اور مبارک بادوے سکتے ہیں اور حلال اور حرام کا لحاظ رکھتے ہوئے ان کو تخفہ تحائف دے سکتے ہیں؟ یاد رہے کہ آسٹریلین گورے (صرف نام کے عیسائی) ہمارے ساتھ تو بہت اچھی طرح پیش آتے ہیں اور اچھے دوست ثابت ہوتے ہیں۔ ہر شہر میں ہماری مساجد موجود ہیں اور اسلام پر عمل کرنے، اسے پھیلانے اور تبلیغ پر کوئی پابندی نہیں ہے۔ ہماری تبلیغی کاؤنٹ کے نتیجے میں مسلمانوں کی تعداد میں بھی اضافہ ہو رہا ہے۔

حضور اکرمؐ اور صحابہؐ کرامؐ کا غیر مسلموں کے ہاں آنا جانا اور حلال و حرام کا لحاظ رکھتے ہوئے ان کے ہاں کھانا کھانا ہماری اسلامی تاریخ کا حصہ ہے۔ ہمارے ہاں کچھ مسلم علامے غیر مسلم کو سلام کرنے، عید مبارک کہنے یا ان کے ہاں آنے جانے کے معاملے میں سخت رویہ اختیار کیا ہے، اور سلام کرنے، عید مبارک یا تخفہ تحائف کے لیے دین کو ناجائز ٹھیک رکھا جائے۔ آپ بتائیے کہ ہم لوگ اسلام کو ایک مذہب کے طور پر اور ایک روا دار آئینہ یا لوگی کے طور پر کیسے پھیلا سکتے ہیں، جب کہ ہم ان کی خوشی کے

موقع پر نگ کر لیں اور اپنے گھروں میں چھپ کر بیٹھے رہیں؟ اگر ہم اسلامی حدود میں رہتے ہوئے ان کو مبارک باد کہہ دیں، گھروں میں جائیں اور تحفہ تھائے کا تبادلہ کر لیں تو اس سے اسلام کے مقصد کو کون سا صدمہ پہنچے گا؟

جواب: آسٹریلیا اور دیگر ممالک جہاں مسلمان تعلیم یا ملازمت کی غرض سے مقیم ہوں، اسلام کی دعوت کے لیے وسیع میدان کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اور باشур اہل ایمان جنہیں قرآن کریم شہد آئے علی النّاسِ (الحج: ۲۲) سے تعبیر کرتا ہے جہاں کہیں بھی ہوں ان کا دینی فریضہ ہے کہ وہ حالات کی مناسبت سے دعوت کی توسعہ کے لیے کوشش ہوں۔

مغربی ممالک میں سفید فام حضرات کا گذشتہ دو تین صدیوں میں عیسائیت سے تعلق کم ہوا ہے اور لادینیت میں اضافہ ہوا ہے۔ گو، روایتی طور پر یورپ، امریکا اور آسٹریلیا کی سفید فام نسل یا افریقی نسل آبادی میں ایسے بہت سے تہوار بڑے اہتمام سے منائے جاتے ہیں جن کی ماضی میں ان کے مذہب کے ساتھ نسبت رہی ہو۔ آج کرسی ہو یا ایسٹر، ان کی حیثیت ایک دنیوی تہوار بلکہ ایک معاشی سرگرمی کی ہو گئی ہے۔ عموماً ان دونوں موقع پر خاندان ان کے افراد کا دور دراز سے سفر کر کے یک جا ہونے اور ایک ساتھ کھانے میں شرکت کی روایت بن گئی ہے۔ گویا یہ معاشرتی اور سماجی تہوار بن گئے ہیں اور ان کی مذہبیت نہ ہونے کے برابرہ گئی ہے۔ اس کے باوجود کرسی اور ایسٹر کے موقع پر کیتھولک فرقے کا سربراہ اپنے ماننے والوں کو روحانی پیغام دیتا ہے اور چرچوں میں خصوصی تقریبات اور دعائیں بھی کی جاتی ہیں۔

اہل ایمان کا کسی ایسی تقریب میں کہ جہاں اسلامی شعار کا مذاق اڑایا جا رہا ہو، اہل اسلام کے خلاف منصوبہ بندی کی جا رہی ہو، یا مشرکانہ عبادات کی جا رہی ہوں، ان میں شرکت کرنا شرعاً درست نہیں ہے۔ قرآن کریم نے ان سے اجتناب کرنے اور ایسے موقع سے تیزی سے گزر جانے کی ہدایت کی ہے: ”(اور حملن کے بندے وہ ہیں) جو جھوٹ کے گواہ نہیں بنتے اور کسی لغوچیز پر ان کا گزر ہو جائے تو شریف انسانوں کی طرح گزر جاتے ہیں“ (الفرقان: ۳۵-۳۷)۔ چنانچہ اگر یہ معلوم ہو کہ کسی دعوت میں شراب اور اس کے لوازمات کا اہتمام ہونا یقینی ہے تو اس میں شرکت سے لازمی طور پر اجتناب کرنا چاہیے، یا یہ معلوم ہو کہ کہیں محفل رقص منعقد کی جا رہی ہے اور کسی غیر مسلم

پڑوی نے دعوت دی ہے تو ہمسایگی کے حق کے باوجود اس میں شرکت سے معدورت کرنی ہوگی۔ کرسمس اور ایسٹر بظاہر معاشرتی اور سماجی نوعیت کے تہوار بن گئے ہیں، اور جو لوگ مسلم ممالک سے باہر مقیم ہیں، ان کے لیے ان تہواروں سے اپنے آپ کو بچانا ایک معاشرتی اور سماجی مشکل بن گیا ہے۔ اس حقیقت واقعہ کے پیش نظر، اگر خالصتاً دعوتی نقطہ نظر سے کسی پڑوی کو کرسمس یا ایسٹر کے موقع پر کوئی تحفہ، زبانی مبارک بادیا کا رڈ بھیجا جائے اور اس طرح وہ اسلام کی دعوت سے قریب آسکے تو اس حد تک ایسے کام کا کرنا حرام نہیں کہا جا سکتا۔ کیونکہ حرام و حلال کو قرآن و سنت نے معین کر دیا ہے اور مشتبہات سے احتیاط کا حکم دیا ہے۔

آپ کا خیال درست ہے کہ اہل کتاب خصوصاً یہود و نصاریٰ کے ساتھ معاشرتی اور معاشری تعلقات پر تو کوئی پابندی نہیں ہے لیکن انھیں راز دار بنا کر، نیز ان پر وہ اعتماد کرنا جس کا ایک صاحب ایمان محقق ہے، قرآن و سنت کے منافی ہے۔ حضور نبی کریمؐ نے ایک یہودی کے بھیجے ہوئے کھانے کو قبول فرمایا (یہ الگ بات ہے کہ آپؐ اور اسلام سے بغض کی بنا پر اس کھانے کو زہرآلود کر دیا گیا تھا)۔ ایسے ہی غیر مسلموں کی تیمارداری بھی سنت سے ثابت ہے۔ غیر مسلموں کی طرف سے اگر اسلام میں پہل کی جائے تو جواب میں صرف ”علیکم“ کہنا بھی اسلامی آداب میں شامل ہے۔ اصل مسئلہ فقیہ بارکیوں کا نہیں ہے بلکہ فقہ الدعوة کا ہے، اور دعوت اسلام کو حکمت، موعظ حسن اور عمل صالح کے ساتھ دینے کا ہے۔ اس بنا پر غیر مسلموں کو شروع کے مطابق خوش آمدید کہنا، انھیں صحیح بخیر یا شب بخیر کہنا یا کرسمس یا ایسٹر پر مبارک باد دینا ایسا ہی ہے جیسے کسی دفتر میں کام کرنے والے ایک عیسائی یا یہودی کی ترقی ہو اور آپ اسے ایک سماجی روایت کے طور پر مبارک باد دیں۔ اسلام ایک دعوتی دین ہے اور ہر مسلمان مرد اور عورت پر اجتماعی اور انفرادی حیثیت میں دین کی دعوت دینا فرض ہے۔ اس غرض کے لیے مخاطب کی زبان، ثقافت اور ہمن سے واقفیت حاصل کرنا دعوتی حکمت عملی کا لازمی حصہ ہے۔ یہ کام اسی وقت ہو سکتا ہے جب وہ مسلمان، جو مغربی دنیا میں مقیم ہیں، وہاں بننے والے افراد کے ساتھ روابط قائم کریں، اور ایسے تمام کاموں سے مکمل طور پر بچتے ہوئے جن میں شرک اور ممنوعات کا ارتکاب ہوتا ہو، حکمت کے ساتھ غیر مسلموں تک اپنی بات کو پہنچائیں۔

ایک ضمنی لیکن اہم پہلو یہ بھی سامنے رہے کہ غیر مسلموں کو دعویٰ نقطہ نظر سے اسلام سے قریب لانے کے لیے کرمس یا ایسٹر پرمبارک باد دینے کا یہ مطلب نہیں کہ مغرب میں مقیم مسلمان اپنے بچوں کی خوشی کے لیے اپنے گھر میں کرمس کا درخت مع تزئینی روشنیوں کے لگائیں، اور اس عمل کے ذریعے وہ سمجھیں کہ دُسُت نظر کا اظہار ہوگا۔ ایسا کرنا دین کی واضح تعلیمات کے منافی ہے۔ اللہ کے رسول نے غیر مسلموں کی مشاہدہ اختیار کرنے کی مکمل ممانعت کی ہے۔ اس لیے ان کے تھواروں کا متنا اسلامی طور پر جائز نہیں ہو سکتا۔ نہ صرف یہ بلکہ جو لوگ باہر مقیم ہیں ان کا فرض ہے، اپنے بچوں کو ان تھواروں کے نہ منانے پر عقلی دلائل دے کر مطمئن کریں۔ اسلامی تھواروں، دونوں عیدوں کے موقع پر گھر میں خصوصی اہتمام کریں اور بچوں کو تھائف، اچھے کھانے اور اچھے لباس کے ساتھ ساتھ اجتماعی طور پر کھلیوں اور مقابلوں میں شرکت کروائیں تاکہ ایک صحت مند تبادل سرگرمی ان کے سامنے آئے۔

اسلام لازمی طور پر دیگر مذاہب کے متوازی وجود پر اعتراض نہیں کرتا، لیکن وہ ثقافتی اور مذہبی تکشیریت کو گوارا کرتے ہوئے اسلام کی حقانیت اور دیگر مذاہب کی گمراہی کا اظہار کھل کر کرتا ہے۔ برداشت اور روداری کا مطلب یہ نہیں کہ ہر مذہب کو سچا اور حق مان لیا جائے۔ اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ الہامی مذاہب اصلاً ایک ہی مأخذ سے نکلے ہیں، لیکن بعد میں ان میں وہ چیزیں شامل کر لی گئیں جن کا کوئی ثبوت اور دلیل الہامی ہدایت میں نہیں تھی، جب کہ اسلام قرآن و سنت کی بنی پر جیسا نازل ہوا، ویسا ہی اپنی اصل صورت اور غیر مخترف شکل میں محفوظ ہے۔ اور انسانیت کے تمام مسائل کا عقلی اور نقیٰ حل پیش کرتا ہے۔

مغرب میں دعوت دین دینے والے افراد کے لیے بہت ضروری ہے کہ وہ مقامی افراد کے مذہب، روایات تھواروں اور زبان سے پوری واقفیت حاصل کریں، تاکہ وہ اپنے غیر مسلم پڑوسیوں سے حقائق پر مبنی باحکمت مکالمہ کر سکیں۔ (ڈاکٹر انیس احمد)